اردو ناولوں میں ہجرت بطور موضوع

The Theme of Migration in Urdu Novels.

ڈاکٹر عابدہ نسیم
لیکچرر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا

Abstract:

Migration is a very chronic and multidimensional phenomenon of human life. It is a very prominent topic of literature also. In perspective of the partition of India a huge migration of the history has took placed. This migration affects bitterly human life and literature in Pakistan. In this regard a huge volume of urdu novels has been published in Pakistan. These Novels are valuable due to their socio- historic impact. In this article researcher has tried to evaluate the presentation of migration as a topic in Pakistani Urdu Novel.

کلیدی الفاظ۔ یاخدا، گوداوری، نادار لوگ، خس و خاشاک زمانے، انتظار حسین، خالدہ حسین، زاہدہ حنا

ہجرت ایک وسیع اور کثیر الابعاد اصطلاح ہے اور اس کا دائرہ بہ یک وقت تاریخ، مذہب، جغرافیہ، بشریات، سماجیات، اقتصادیات، نفسیات اور سیاسیات تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ جدائی اور ترک مکان کا وہ عمل ہے جو کچھ ناگزیر وجوہ کی بنا پر انسان اختیار کرتا ہے۔ دنیا میں ہجرت کا آغاز تو پہلے انسان کی آمد کے ساتھ ہی ہو گیا تھا، تب سے اب تک دنیا میں ہجرتوں کی ایک طویل تاریخ ہے جس میں ہر طرح کی ہجرت شامل ہے۔ اللہ کی رضا کی خاطر کی گئی پیغمبروں کی ہجرت، طاقتوروں کے جور و ستم سے کی گئی جبریہ ہجرت، جنگوں اور تباہ کاریوں کے نتیجے میں کی جانے والی ہجرت اور بہتر مستقبل اور رزق کی تلاش میں کی جانے والی ہجرت، عارضی ہجرت، لگاتار جاری رہنے والی ہجرت اور مستقل ہجرت۔ غرض یہ کہ قبل از تاریخ سے لے کر اکیسویں صدی تک ہجرت کے نتیجے میں تاریخ نے بہت سارے سنگ ہائے میل عبور کیے اور جغرافیہ عالم تعمیر و تخریب کے کئی مراحل سے گزر کر موجودہ صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ معلوم تاریخ میں دنیا کی سب سے بڑی ہجرت تقسیم ہندوستان کے نتیجے میں رونما ہونے والی ہجرت ہے جس میں تقریباً سوا کروڑ افراد مہاجر ہوئے جن میں ستر لاکھ مہاجر ہندوستان سے پاکستان آئے اور پچپن لاکھ مہاجر پاکستان سے ہندوستان گئے۔(1)

تقسیم پاکستان کے نتیجے میں رونما ہونے والی ہجرت ہماری تاریخ کا ایک بہت اہم سانحہ ہے جس کے اثرات تاحال جاری و ساری ہیں۔ یہ سانحہ اردو ادب کا بھی ایک بہت بڑا موضوع رہا ہے، اور تقسیم کے کئی دہائیاں بعد تک بھی معاصر ادب اس کے زیر اثر رہا بلکہ اس کی بازگشت ابھی بھی سنائی دیتی ہے۔ ناول ادب کی ایک ایسی صنف ہے جو زندگی سے براہ راست جڑا ہوا ہے اور زندگی میں رونما ہونے والے تغیرات کو ان کی پہلو کاری اور تہہ داری کے ساتھ اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیم کے نتیجے میں واقع ہونے والی ہجرت کی عکاسی دیگر اصناف کی نسبت اردو ناول نے سب سے موثر طریقے سے کی۔ نہ صرف یہ کہ تقسیم کے فوراً بعد لکھے گئے ناولوں میں اس سانحے کے مضمرات اور نتائج کو موضوع بنایا گیا بلکہ نصف صدی سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اس عظیم تاریخی سانحے کی اثر پذیری کم نہیں ہوئی اور اکیسویں صدی میں لکھے جانے والے ناولوں میں بھی یہ المیہ رچا بسا نظر آتا ہے۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ تاریخ کا رخ موڑ دینے والے اور زندگی کے دھارے میں شگاف ڈالنے والے واقعات و سانحات صدیوں تک موضوع سخن بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور کئی نسلوں کی ذہنی انفعالیت ایسے گورکھ دھندوں کی گتھیاں سلجھانے میں صرف ہوتی ہے۔ ڈاکٹر شارب ردولوی ادب کی اسی عصری حساسیت کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ایک فن کار اپنے عہد کی تہذیبی، سماجی اور سیاسی کشاکش سے اپنے آپ کو الگ نہیں رکھ سکتا۔ لاکھ کوشش کے باوجود اس کے ذہن اور شعور پر عصریت اپنا عکس ڈالتی رہتی ہے۔(2) ادب کے اس عصری و تاریخی پہلو کا پارکھ فرانسیسی مفکر تین بھی زمانے (یعنی روح عصر) کو ادب کے تین بنیادی اصولوں میں سے ایک گردانتا ہے۔(3) یہ حقیقت ہے کہ عصری تاریخ کے کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر بہت شدید اور دوررس ہوتا ہے اور جن کی مطابقت آنے والی کئی دہائیوں کے سیاق وسباق کے ساتھ منقلب ہو کر نئی معنویت اختیار کر لیتی ہے۔ قیام پاکستان کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والی ہجرت بھی ادب کا ایک ایسا ہی موضوع ہے جو عہد حاضر کے منظر نامے سے ہم آہنگ ہو کر اپنی اہمیت اور مطابقت کو آج بھی برقرار رکھے ہوئے ہے۔

اردو ناول میں ہجرت کے المیے کے حوالے سے دیکھا جائے تو قیام پاکستان کے بعد لکھے گئے ناولوں کی ایک طویل فہرست ہے جو اس موضوع کے گرد گھومتے ہیں۔ پاکستان میں لکھے گئے نمائندہ ناولوں میں سے تاحال اڑتیس ناول ایسے ہیں جن میں یہ موضوع پیش کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے سب سے پہلا ناول یاخدا (قدرت اللہ شہاب) ہے جو 1948 میں لکھا گیا ہے اور تاحال دستیاب ناولوں میں سے نیلی بار (طاہرہ اقبال) 2017 میں لکھا گیا آخری ناول ہے جس میں اس موضوع کی نمائندگی نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے لکھے گئے بیشتر ناول ایسے ہیں جنھیں اردو کے بہترین ناولوں میں شمار کیا جاتا ہے اور جن کی معنویت اور اہمیت آج بھی برقرار ہے۔ اردو کے

صف اول کے تقریباً سبھی نمائندہ ناول نگاروں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے بقول ضیا الحسن برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں رونما ہونے والے انسانی المیے کی سب سے بھرپور عکاسی اردو ناول نے کی ہے(4)

ذیل میں اس موضوع پر لکھے گئے ناولوں کی ایک فہرست زمانی ترتیب کے ساتھ دی جا رہی ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ اردو ناول نے اس موضوع کو کس حد تک اہمیت دی ہے۔ اور ناول کی روایت میں اس تاریخی سانحے نے اپنا کتنا حصہ ڈالا ہے۔

نمبر شمار	ناول کا نام	ناول نگار	سن اشاعت	پبلشر
1.	یا خدا	قدرت اللہ شہاب	1948	نیا دور، کراچی، شمارہ:80-79
2.	خاک اور خون	نسیم حجازی	1949	جہانگیر بکس، لاہور
3.	خدا کی بستی	شوکت صدیقی	1957	نیا راہی، کراچی
4.	آگ کا دریا	قرۃ العین حیدر	1959	مکتبہ جدید، لاہور
5.	دستک نہ دو	الطاف فاطمہ	1965	فیروز سنز، لاہور
6.	آبلہ پا	رضیہ فصیح احمد	1965	مکتبہ دانیال، کراچی
7.	آنگن	خدیجہ مستور	1965	کتاب نما، لاہور
8.	اک کشتی ملاح سے خالی	احمد شجاع پاشا	1973	سنگ میل پبلشرز، لاہور
9.	بستی	انتظار حسین	1979	کتاب گھر، لاہور
10.	چلتا مسافر	الطاف فاطمہ	1981	فیروز سنز، لاہور
11.	اداس نسلیں	عبد اللہ حسین	1982	نیا ادارہ، لاہور

.12	میرا گاؤں	غلام الثقلین نقوی	1982	ضیائے ادب، لاہور
.13	زمین	خدیجہ مستور	1983	ادارہ فروغ اردو، لاہور
.14	چاکیواڑہ میں وصال	محمد خالد اختر	1984	سنگ میل پبلشرز، لاہور
.15	اللہ میگھ دے	طارق محمود	1986	سنگ میل پبلشرز، لاہور
.16	قلعہ	انیس ناگی	1986	ابتدائی ناشر معلوم نہیں ہو سکا
.17	جانگلوس	شوکت صدیقی	1987	رکتاب پبلی کیشنز، کراچی (جلد اول)
.18	تذکرہ	انتظار حسین	1987	سنگ میل پبلشرز، لاہور
.19	صدیوں کی زنجیر	رضیہ فصیح احمد	1988	مکتبہ اسلوب، کراچی
.20	سحر ہونے تک	فضل کریم فضلی	1989	مکتبہ اردو ڈائجسٹ، کراچی
.21	چاند گہن	انتظار حسین	1992	سنگ میل پبلشرز، لاہور
.22	گوداوری	فہمیدہ ریاض	1992	آج، مرتبہ: اجمل کمال، کراچی
.23	آگے سمندر ہے	انتظار حسین	1995	سنگ میل پبلشرز، لاہور
.24	معتوب	امراؤ طارق	1995	مکتبہ دانیال، کراچی
.25	نادار لوگ	عبداللہ حسین	1996	سنگ میل پبلشرز، لاہور
.26	پاکستان کہانی	ابدال بیلا	1997	فیروز سنز، لاہور
.27	راکھ	مستنصر حسین تارڑ	1997	سنگ میل پبلشرز، لاہور
.28	کاغذی گھاٹ	خالدہ حسین	2002	دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد

29. چوہوں کی کہانی	انیس ناگی	2005	جمالیات ، لاہور، مشمولہ: مجموعہ، فصیلیں
30. کراچی	فہمیدہ ریاض	2007	آج، مرتبہ: اجمل کمال، کراچی
31. کراچی والے	محمد امین الدین	2009	شہرزاد، کراچی
32. خس وخاشاک زمانے	مستنصر حسین تارڑ	2010	سنگ میل پبلشرز، لاہور
33. شہر لازوال ، آباد ویرانے	بانو قدسیہ	2011	سنگ میل پبلشرز، لاہور
34. بالوں کا گچھا	خالد طور	2012	آج، شمارہ 72، مرتبہ: اجمل کمال، کراچی
35. نہ جنوں رہا نہ پری رہی	زاہدہ حنا	2012	الحمد پبلی کیشنز، لاہور
36. نولکھی کوٹھی	علی اکبر ناطق	2014	سانجھ پبلی کیشنز، لاہور
37. راستے اور منزلیں	رضیہ فصیح احمد	2014	راحیل پبلی کیشنز، کراچی
38. نیلی بار	طاہرہ اقبال	2017	دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد

ان میں سے بیشتر ناول دوسری اور تیسری مرتبہ طبع ہو چکے ہیں لیکن مندرجہ بالا فہرست میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ناولوں کو ان کی اولین اشاعت کے ساتھ درج کیا جائے تاکہ اس موضوع پر لکھے گئے ناولوں کو زمانی ارتقا کے ساتھ دیکھا جا سکے۔ مندرجہ بالا اشاریے سے یہ واضح ہے کہ عہد حاضر تک اس موضوع پر تواتر سے ناول لکھے گئے ہیں۔ ابتدائی دہائیوں کی نسبت آنے والی دہائیوں میں زیادہ ناول لکھے گئے ہیں۔ 80 اور 90 کی دہائیوں میں یہ موضوع ناول میں سب سے زیادہ جگہ بناتا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی سانحے کے بعد جب اس کی ہنگامہ خیزی اور وقتی جذباتیت ماند پڑنے لگتی ہے تو اس واقعے کو گہرائی اور کلیت میں جا کر دیکھنے کا رویہ پروان چڑھتا ہے، مزید برآں وقت کی گزران کے ساتھ واقعے کی اثر پذیری اور نتیجہ خیزی بھی کھل کر سامنے آنے لگتی ہے۔ سقوط مشرقی پاکستان نے بھی اس واقعے کی شدت پذیری کو ازسرنو معنویت دی اس لیے

اسی اور نوے کی دہائی میں یہ موضوع ایک نمایاں حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اکیسویں صدی میں لکھے گئے گیارہ ناولوں میں اس موضوع کی پیشکش نظر آتی ہے جو اس حوالے سے لکھے گئے کل ناولوں کا تقریباً چونتیس فیصد ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نصف صدی گزرنے کے بعد بھی یہ موضوع ناول نگار کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہے اور ہجرت جیسا بڑا واقعہ آج بھی موضوع بحث ہے۔ عصری تاریخ کے اہم واقعات کی ناول میں پیشکش کے اس غالب رجحان کی توجیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شاہد نواز کہتے ہیں کہ ہماری تاریخ میں معروضیت اور صداقت کے اخفانے عصری حقائق وسانحات کو فکشن کا پسندیدہ موضوع بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔(5)

تقسیم اور ہجرت کے موضوع کو بنیاد بنا کر لکھے گئے ناولوں کو دو زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم میں وہ ناول ہیں جو براہ راست اس موضوع پر لکھے گئے ہیں جب کہ دوسری قسم میں وہ ناول رکھے جاسکتے ہیں جن میں یہ موضوع ذیلی طور پر اٹھایا گیا ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو وہ ناول جن میں یہ موضوع کلی یا جزوی طور پر موثر طریقے سے پیش کیا گیا ہے اور اس کے اسباب وعلل اور اثرات ونتائج کو گہرائی میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں یا خدا، خدا کی بستی، بستی، تذکرہ، چاند گہن، چلتا مسافر، اداس نسلیں، آگ کا دریا، زمین، راستے اور منزلیں، ، نادار لوگ، پاکستان کہانی، کراچی، معتوب، کراچی والے، قلعہ، چوہوں کی کہانی، کاغذی گھاٹ، شہر لازوال آباد ویرانے اور نہ جنوں رہا نہ پری رہی کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

ان ناولوں میں بعض کی نوعیت ایسی ہے کہ ان میں اس سانحے کی واقعیت اور حقیقت پر توجہ مرکوز کی گئی ہے یا بعض ایسے ہیں جن میں اس واقعے سے قبل کے تاریخی حقائق اور پس منظر کو موضوع بنایا گیا ہے اور ناول کا اختتام پاکستان کے قیام اور ہجرت وفسادات کے بیان پر ہوتا ہے۔ ایسے ناولوں میں آگ کا دریا، آنگن، اداس نسلیں، اور خاک اور خون شامل ہیں۔ اس موضوع پر لکھے گئے چند ناول ایسے ہیں جن کا کینوس خاصا وسیع ہے اور قیام پاکستان کے پس منظر، ہجرت وفسادات کے ساتھ ساتھ پاکستان کی نصف صدی کی سیاسی وسماجی تاریخ اور بدلتی ہوئی عالمی صورت حال کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ ایسے ناولوں میں نادار لوگ، میرا گاؤں، راکھ، جانگلوس، خس وخاشاک زمانے، نیلی بار اور نولکھی کوٹھی شامل ہیں۔ کچھ ناول نگاروں نے قیام پاکستان کے بعد سماجی شکست وریخت، اقداری زوال معاشرتی وتہذیبی آویزش اور عہد بہ عہد تغیر پذیر سماجی معائر کو خاص طور پر موضوع بنایا ہے اور اس سیاق وسباق کے اندر سماجی نفسیات کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ایسے ناولوں میں دستک نہ دو، آبلہ پا، زمین، جانگلوس، نہ جنوں رہا نہ پری رہی او بالوں کا گچھا شامل ہیں۔ مذکورہ بالا تمام ناولوں میں اگرچہ ہجرت کے مسئلے کو جزوی طور پر موضوع بنایا گیا ہے تاہم ان تمام ناولوں میں ہجرت

کے عمل کی وقوع پذیری، المیے کی صورت گری مہاجرت کے سفر میں انفرادی اور اجتماعی نفسیات اور اس دوران پیش آنے والے تجربات کو بڑی جزئیات، گہرائی اور نفسیاتی بصیرت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

ہجرت ایک بڑا تباہ کن اور بحرانی عمل ہے اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کئی نسلوں تک جاری و ساری رہتے ہیں۔ ہجرت کا آغاز تو اسی وقت ہو جاتا ہے جب انسان اپنے مسکن سے جدا ہوتا ہے۔ جدائی اور ہجرت ایک آفاقی جذبہ ہے جو زمان و مکان کی قید سے ماورا ہے، دنیا کے کسی بھی خطے کا انسان جب اپنوں سے جدا ہوتا ہے، اپنے دیس سے بچھڑ جاتا ہے تو اس پر وارد ہونے والی کیفیات ناقابل بیان ہوتی ہیں۔ ہجرت اگر شعوری طور پر رونما ہو اور انسان کسی خوشگوار مہیج کے پیش نظر ترک وطن کرے تو اس کے پاس کئی اختیارات ہوتے ہیں اور وہ تباہی اور المیے کا شکار نہیں ہوتا تاہم ہجرت جب جبر کے تحت رونما ہوتی ہے تو پھر یہ ناسور کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور بھیانک صورت میں منتج ہوتی ہے۔ 1947 کی ہجرت بھی ایک ایسی ہی ہجرت تھی جو کسی ناگہانی آفت کی طرح نازل ہوئی۔ جبر و استحصال کی نادیدہ قوتوں کے ہاتھوں فرد کو بے بسی کے عالم میں اچانک اپنا گھر بار چھوڑ کر بے سر و سامانی کے ساتھ مہاجر ہونا پڑا۔ اس المیے نے اس وقت انتہائی بھیانک صورت اختیار کر لی جب یہ سفر بخیر و عافیت تمام نہ کیا جا سکا اور ایسے ایسے انسانیت سوز حادثات پیش آئے کہ تاریخ آج بھی انگشت بہ دنداں ہے۔ اپنے آبائی گھروں کو خیر باد کہہ کر لوگ جب خوابوں کی سرزمین کی طرف چلے تو جان و مال اور آبرو کی قربانی ان کا زادِ راہ ٹھہری۔ اس موضوع پر لکھے گئے تمام ناولوں میں اور مذکورہ بالا ناولوں میں بالخصوص ہجرت کی اسی صورت پذیری، انسانی بے بسی، نفسا نفسی، دربدری بے سمت مسافرت، خوف و ہراس اور انسانیت کی بے توقیری کے اس المیے کو مصنفین نے بڑی دردمندی اور تخلیقی اپج کے ساتھ اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

مہاجرت کے سفر پہ نکلے ان لوگوں کی شکلیں ایسی تھیں کہ بڑے سے بڑا اداکار بھی بنانے پر قادر نہ تھا۔(6) یہ درد تو ایسا تھا کہ گھروں کے صحنوں میں سونے والے لوگ، جن پر آزادی کا سورج طلوع ہو گیا کبھی اس درد سے آشنا نہ ہو سکتے تھے۔(7) زمین و آسمان کی چکی نے انسانوں کو پیس ڈالا تھا اور انسان انسان کا شکار کھیل رہا تھا۔(8) کچھ تو ایسے تھے کہ شدت غم سے رو بھی نہ سکے تھے اور بعد میں ساری عمر دل بھاری ہی رہا۔(9) آغاز سفر میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو گھروں سے جھاڑ و پھیر کر نکلے تھے اور کئی ایسے تھے جن کے لیے اپنا وجود بھی بھاری تھا۔ (10) سفر جیسے جیسے کٹھن ہوتا گیا، نفسا نفسی، بدحواسی، بے یقینی اور بے سمتی بھی اسی شدت سے بڑھتی چلی گئی رفتہ رفتہ اپنے پیارے بھی بوجھ لگنے لگے اور ایک مرحلہ تو وہ بھی آیا کہ اپنا آپ بھی غیر ہو گیا۔(11) یہ مہاجرت کا وہ کرب ہے کہ زندگی بھر انسانی تجربے سے محو نہیں ہوتا اور وقت کا کوئی بھی مرہم اسے زائل نہیں کر سکتا۔ جب گھر سے چلے تھے سونا تھے سونا مگر اب ٹھیکرا ہیں۔(12) میں جب گھر سے چلا تھا تو میرے سارے بال سیاہ

تھے گھر سے کالے بالوں اور خاندان کے ساتھ چلا تھا، پاکستان پہنچا تو میرا سر سفید تھا اور میں اکیلا تھا۔(13) بے گھری، اضمحلال، مہاجرت اور رائیگانی کی یقیناً یہ بہت عمدہ عکاسی ہے۔ ہجرت انسانی وجود کو جس طرح گھائل کرتی ہے، مصنفین نے اس کی نشتر کاری کی عمدہ عکاسی کی ہے اور اس المیے کی گھمبیر تا کو اپنے اپنے نقطہ نظر سے سمجھنے اور پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع پر لکھے گئے کچھ ناول ایسے بھی ہیں جو صرف اس سانحے کی سطحیت تک محدود رہے یا جنھوں نے صورت حال کو نسبتاً جذباتی انداز میں دیکھا اور ایک فارمولائی پیٹرن بنانے کی کوشش کی۔ تاہم اس میں صرف وہ ناول شامل ہیں جو تقسیم کے فوراً بعد ہنگامی اور جذباتی نقطہ نظر کے تحت لکھے گئے اور جن میں اس المیے کو پس منظر اور پیش نظر کے ساتھ جوڑ کر نہیں دیکھا گیا، اور موضوع کو صرف فسادات کی ہنگامہ خیزی تک محدود کر دیا گیا ہے۔ پاکستان میں جتنے بھی نمائندہ ناول اس حوالے سے لکھے گئے ہیں ان میں مہاجرت کے المیے کو وسیع تناظر میں سیاق وسباق اور نتائج کے ساتھ جوڑ کر دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور فنکارانہ مہارت کو بھی برقرار رکھا گیا ہے۔

ہجرت اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے مسائل اور پیچیدگیوں کے حوالے سے لکھے گئے ان ناولوں میں کئی ایسے ہیں جو بالخصوص مشرقی پاکستان کے تناظر میں لکھے گئے ہیں اور ان میں سقوط مشرقی پاکستان اور اس کے مضمرات کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ ان میں چلتا مسافر، اک کشتی ملاح سے خالی، صدیوں کی زنجیر، اللہ میگھ دے، راکھ اور خلیج شامل ہیں۔ ان ناولوں میں سقوط مشرقی پاکستان کے المیے کے اسباب وعلل کا تجزیہ کرتے ہوئے پٹنہ اور بہار کے علاقوں سے مشرقی پاکستان ہجرت کرنے والے مہاجرین کے کرب اور مقامیوں اور مہاجرین کے مابین پیدا ہونے والی خلیج کو بھی خاص طور پر سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے مشرقی پاکستان ہجرت کی ان کے لیے یہ عمل انتہائی اذیت ناک صورت اختیار کر گیا۔ انھوں نے جس منزل مقصود کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر بے وطنی اختیار کی تھی، بیس سال بعد یہ کھلا کہ یہ منزل ان کی منزل نہیں ہے۔ ان کی یہ ہجرت ایک مسلسل ہجرت کا روپ دھار گئی اور وہ رائیگانی، لاحاصلی، بے سمتی اور شناخت کی گم شدگی کے بحران کا شکار ہو گئے۔ بہاری مہاجرین کے لیے ہجرت ایک بھیانک عمل بن گئی اور اس کے اثرات اس لیے بھی شدید تھے کہ انہیں دوسری مرتبہ پھر خاک وخون کا دریا پار کرنا پڑا اور وہ اپنے ہی دیس میں غیر اور دشمن قرار پائے۔(14) بیس سال تک جس زمین میں جڑ پکڑنے کی کوشش کی تھی اس نے انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، اور اب وہ اس پوتر زمین پر بدنما داغ تھے۔(15) اس زمین سے ان کی جڑ اکھاڑ دی گئی تھی، شناخت مٹ چکی تھی اور آبرو چھین لی گئی تھی کیونکہ وہ اس زمین پر باہر سے آئے تھے اور وہاں جذب نہ ہو سکتے تھے ۔(16) چلتا مسافر اس حوالے سے سب سے عمدہ ناول ہے جس میں ہجرت کے اس دہرے کرب کو جزئیات اور

گہرائی سے سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ڈاکٹر عبدالسلام مصنفہ کی دردمندانہ بصیرت کو فرض کفایہ قرار دیتے ہیں۔(17)

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ہجرت ایک بہت ہی وسیع عمل ہے اور یہ زندگی کے سارے دھاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ہجرت کے اثرات بیک وقت کئی متوازی جہات میں سفر کرتے ہیں اور یہ آکٹوپس کی طرح فرد کو ہر جانب سے جکڑ لیتی ہے۔ قیام پاکستان کے نتیجے میں کی گئی ہجرت ایک وطن کے حصول کے نام پر تھی اور ایک آزاد اور فلاحی ریاست میں بسنے کا تصور اس کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ یہ ہجرت چونکہ بے گھری، بے دری اور معاشی تباہ کاری کے ساتھ جڑی ہوئی تھی اور مہاجرین نے اس منزل کی چاہ میں زندگی کی جمع پونجی لٹائی تھی اور لٹ پٹ کر یہاں پہنچے تھے۔اب ان کی ساری امنگوں اور امیدوں کا محور یہ ملک تھا اور وہ دوبارہ بس جانے اور پھلنے پھولنے کی شدید تمنا لیے ہوئے اپنے دکھوں کے مداوے کا انتظار کرنے لگے۔ ایسا معاشرہ جو ابھی اپنے قیام کے عبوری دور سے گزر رہا ہو وہاں لاکھوں کی تعداد میں تارکین وطن ہوں تو عظیم المیہ جنم لیتا ہے۔ اتنے بڑے بوجھ کو سہارنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے ، صورت حال کی قبولیت اور اس سے ہم آہنگ ہونے کے لیے رویوں میں تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے ایسا نہ ہو پایا اور یہ معاملہ صحیح خطوط پر نہ سلجھایا جا سکا، آبادکاری کے حوالے سے بہت سے مسائل اور پیچیدگیوں نے جنم لیا۔ اس ضمن میں دھاندلی، بدعنوانی، اقربا پروری، نااہلی، جبر واستحصال، لوٹ مار، ہوس و لالچ اور فریب و دغا کے کئی روپ سامنے آئے۔ کچھ ناول نگاروں نے خاص طور پر ہجرت کے اس زاویے کو موضوع بنایا ہے۔ جس کے نتیجے میں بسے بسائے گھر اجڑ جاتے ہیں، شرفا دھکے کھاتے ہیں اور حالات کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ اس صورت حال کا سب سے اذیت ناک اور مضحک پہلو یہ ہے کہ جہاں بہت سے لوگوں کو آسمان سے زمین پر پٹخ دیا جاتا ہے وہیں بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو حالات کی خاص "کرم نوازی" سے زمین سے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔(18) ناول قلعہ (انیس ناگی) میں خاص طور پر اس صورت حال کو موضوع بنایا گیا ہے۔(19) اس کے علاوہ نادار لوگ، خدا کی بستی، بستی، چاند گہن، زمین، جانگلوس، راکھ، نیلی بار، نولکھی کوٹھی، آنگن، یا خدا اور آگ کا دریا میں اس مسئلے کو مختلف جہات سے سمجھنے اور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنفین نے دکھایا ہے کہ ہجرت کرکے آنے والوں کے دلوں میں بے مائیگی اور بے منزلی کا احساس اور بھی شدت پکڑ جاتا ہے جب وہ دربہ در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور انھیں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑ جاتے ہیں اور محکموں کی بے حسی اور نااہلی کے ہاتھوں ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ ہجرت کا معاشی کرب ایسا مسئلہ ہے جسے وقت کا مرہم مندمل کر دیتا ہے اور بالآخر جینے کا کوئی نہ کوئی ڈھب استوار کر

لیا جاتا ہے، لہٰذا چند ناولوں کو چھوڑ کر باقی میں یہ پہلو شدت سے بیان نہیں کیا گیا، اس کے برعکس ہجرت کے تہذیبی اور سماجی پہلوؤں کو زیادہ شدت کے ساتھ ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہجرت کا جو پہلو شدید کرب ناک ہے اور جس کو ناولوں میں خصوصیت کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے وہ سماجی اور ثقافتی صورت حال کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اپنے ذہنوں میں جو خواب سجائے مہاجر نئی سرزمین میں وارد ہوئے جب وہ خواب پورے نہ ہوئے تو مہاجر بے سکونی اور ذہنی انتشار کا شکار ہو گئے۔ ثقافتی اختلافات نے اس انتشار کو اور ہوا دی۔ بد قسمتی سے سیاسی قوتوں نے اس انتشار اور تفریق سے بھرپور فائدہ اٹھایا، اسے فروغ دیا اور اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ ہجرت کا ایک بہت بڑا محرک ثقافتی تشخص کا تحفظ تھا جبر واستحصال کی فضا میں انسان کو اپنی شناخت اور ثقافتی وجود کے کھو جانے کا خوف لاحق ہوتا ہے۔ سفر مہاجرت میں بقا کا خوف سب سے بڑے محرک کے طور پر کام کرتا ہے، قیام پاکستان کے نتیجے میں کی جانے والی ہجرت میں بھی ثقافتی تشخص کی بقا ایک بنیادی محرک تھا۔ یہ ثقافتی تشخص صدیوں کے تہذیبی عمل کی پیداوار تھا۔ اس میں مذہبی رسومیات، عقائد، تہوار، ثقافتی مظاہر، طرز بود وباش، رسم ورواج اور زبان وادب سبھی کچھ شامل تھا۔ ایک پختہ ثقافتی ورثے کے حامل افراد جب مہاجر ہوئے تو یہ ہجرت رضاکارانہ کے بجائے جبری قسم کے زیادہ قریب تھی۔ ہجرت کرنے والے ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہ تھے اور یہ کسی ناگہانی آفت کی طرح ان پر نازل ہوئی۔ بد قسمتی سے یہاں پر سماجی سطح پر شکست وریخت، خوف وہراس اور بے حسی کی فضا تعمیر ہوئی اور سیاسی سطح پر عدم استحکام، آمریت، فریب وریا، نااہلی، قیادت کا فقدان اور جبر واستحصال کا ماحول رہا، مزید یہ کہ فروعی اور نزاعی اختلافات کو پروان چڑھایا گیا۔ (20) ایسے میں مہاجرت پچھتاوے کا عمل بن گئی۔ مہاجر کے ذہن میں شدت سے یہ رویہ پنپنے لگا کہ منزل کا تعین صحیح تھا یا غلط۔ تاریخ کا پروفیسر ذاکر بھی اس غلطی کو سلجھانے میں ناکام نظر آتا ہے۔ (21)

ایسے میں مہاجرین کے قلب و دماغ میں چھوڑی ہوئی یادگاریں نئی معنویت کے ساتھ اجاگر ہونے لگیں۔ ماضی حال پر حاوی ہونے لگا، شناخت گم ہونے لگی اور جڑوں کی تلاش کے عمل نے الٹا سفر شروع کر دیا۔ ناول نگاروں نے ہجرت کے ثقافتی المیے سے جڑے اس انتشار کی بڑے موثر طریقے سے عکاسی کی ہے۔ انتظار حسین نے بستی، چاند گہن اور آگے سمندر ہے میں، پچھتاوے، ناسٹلجیا، جڑوں کی تلاش اور ثقافتی تشخص کے اسی بحران کو بڑی بصیرت، نفسیاتی تعمق اور فنکارانہ ہمدردی کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ چلتا مسافر، راستے اور منزلیں، شہر لازوال آباد ویرانے، کاغذی گھاٹ، نہ جنوں رہا نہ پری رہی، دستک نہ دو اور آگ کا دریا میں ہجرت کی انھی تباہ کاریوں کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سماجی اور تہذیبی سطح پر ہجرت فرد کو جس کرب سے دوچار کرتی ہے

زندگی بھر اس کے اثر سے باہر آنا ناممکن ہے۔ چھوڑی ہوئی زمین اور اس سے وابستہ مظاہر کے نشان اپنے حافظے سے کھرچنا بہت تکلیف دہ عمل ہے۔ نئے معاشرے میں انضمام کے لیے تہذیبی استحکام اور ٹھہراؤ کی ضرورت ہوتی ہے اور ردو قبول کے ایک عبوری دور سے گزر کر ہی یہ ٹھہراؤ ممکن ہے۔ بدقسمتی سے ملک میں جو فضا تعمیر ہوئی وہ اس ضمن میں موافق ثابت نہ ہو سکی اور اس نے مہاجر کے ناسٹلجیا، افسردگی، اضطراب اور کنفیوژن کو اور بڑھاوا دیا۔ دیہی علاقوں کی نسبت متمدن علاقوں کے مہاجرین کے ہاں یہ رویہ شدت سے ابھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ حال کی تخریب خوابوں کی شکست کی صورت میں نظر آئی اور ماضی حال سے سہانا لگا۔ عدم قبولیت، انتشار، عصبیت اور بے وقعتی نے ایک نفسیاتی پیچیدگی کی صورت اختیار کر لی اور ہجرت تہذیبی وجود کی بازیافت کا عمل بن گئی۔

الطاف فاطمہ کا ناول چلتا مسافر ہجرت سے جڑی اس قسم کی پیچیدگیوں کو بڑی جزئیات دردمندی اور تہہ داری کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ سونے سے ترشے ہوئے سراپے والا علی گڑھ کا گولڈ میڈلسٹ مزمل ہجرت کے پے در پے بحرانوں، داخلی شکست وریخت، سماجی عدم قبولیت اور سیاسی ریشہ دوانیوں سے شکستہ ہو کر ذات کے خول میں یوں بند ہوتا ہے کہ پھر کبھی واپس لوٹ ہی نہیں سکتا۔(22) بستی میں انتظار حسین نے ذاکر کے حوالے سے دکھایا ہے کہ وہ اس تہذیبی ورثے کا امین ہے جو اوراق پارینہ کی صورت روپ نگر کی خاندانی حویلی میں مقید ہے اور یہاں پاکستان میں چابیاں اس کے پاس ہیں۔(23) آگے سمندر ہے کا جواد بھی ویاس پور کی خاندانی حویلی دلکشا کے شکستہ زینے اور کائی زدہ دیواروں کے سحر سے نہیں نکل سکا۔(24) ڈاکٹر ممتاز احمد خان کے بقول گم شدہ پیڑ، گم شدہ پرندے، گم شدہ صورتیں، نیم کے ٹوٹے ٹہنے پر پڑا ہوا جھولا، مکانوں کی ممٹیاں، ہجرت کرنے والوں کا ذہنی مسئلہ ہے جس سے مہاجر پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔(25)

ڈاکٹر افضال بٹ اس رویے کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مہاجر ادیب خود بھی ہجرت کے عمل کا حصہ تھے اور انھوں نے اسے حقیقت کی آنکھ سے دیکھا اور اپنے وجود پر جھیلا تھا۔ اس لیے انھوں نے ماضی پرستی کا تذکرہ ادبی رنگ میں کیا، بچھڑے ہوئے دوستوں اور چھوڑی ہوئی بستیوں کا ذکر کیا اور اپنی تخلیقات میں ماضی کے کھنڈروں کو بڑی محبت اور خلوص سے نبھایا۔(26) انتظار حسین کے ناول تذکرہ میں بھی مہاجرت کے اسی کرب کو منعکس کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بے زمینی، بے چہرگی اور وجود کی تشکیک کی صورت متشکل ہوتا ہے۔ شجرہ نسب کی بازآفرینی کا یہ تذکرہ بھی اسی عمل کا حصہ ہے، ناول کا ہیرو آبائی گھر سے نکل کر در بہ در پھرتا ہے، حتی کہ اپنا گھر تعمیر کرواتا ہے مگر کسی مکان کا مکین نہ بن سکا اور کہیں جڑ نہ پکڑ سکا، ہر جگہ بے چینی اور پرایا پن ہی اس پر مسلط رہا۔(27) آگ کا دریا میں کمال رضا بھی غریب الوطنی کے اسی کرب سے دوچار نظر آتا

ہے۔(28)ڈاکٹر ممتاز احمد خان آگ کا دریا کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اس کے کردار ہجرت کے المیے پر ماتم کرتے نظر آتے ہیں اور مصنفہ اسے ایک زبردست عذاب سمجھتی ہیں اور سیاسی قوتوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتی ہیں۔(29)

اس ضمن میں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ دیہی پس منظر میں لکھے گئے ناولوں میں یہ صورت حال دیکھنے کو نہیں ملتی۔ مثلاً عبداللہ حسین کے یعقوب اعوان (نادار لوگ) یا غلام الثقلین نقوی کے ماہنے (میرا گاؤں) کے لیے ہجرت انسانی تجربہ تو ہے مگر وہ نفسیاتی مسئلے کا روپ اختیار نہیں کرتی اور دونوں کسان جلد ہی نئے معاشرے میں جذب ہو کر مٹی سے اپنا رشتہ از سر نو استوار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ماہنے کے کردار کے اس انجذاب کے حوالے سے ڈاکٹر ممتاز احمد خان کہتے ہیں کہ یہ رویہ انسانیت پرستی پر مبنی ہے اور پر امن بقائے باہمی کی خاطر باہر سے آئے ہوئے اور مقامیوں کو اپنی جڑیں ایک دوسرے میں پیوست کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔(30)مذکورہ بالا ناولوں میں مصنفین نے ہجرت کے تہذیبی اور نفسیاتی اثرات کا جس دروں بینی کے ساتھ تجزیہ کیا ہے وہ ان کی فن کارانہ چابک دستی، مشاہدے کی باریک بینی اور نفسیاتی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔ ہجرت اپنی نوعیت میں عملی سے زیادہ نفسیاتی عمل ہے اور اس المیے سے گزرنے کے بعد فرد جس داخلی انہدام سے گزرتا ہے اس کے نتیجے میں اعصابی نظام تباہ ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ داخلی ہیجان، اضطراب و اشتعال اور اعصابی تشنج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مہاجر کا ظاہر معدوم ہو جاتا ہے اور کایا کلپ ہو کر باطن کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ہجرت کے ان زاویوں کی سب سے عمدہ تعبیر انتظار حسین، الطاف فاطمہ، قرۃ العین اور عبداللہ حسین کے ہاں ملتی ہے۔

ہجرت کا ایک پہلو فرد کے سیاسی کردار اور نئی مملکت سے وفاداری کے تصور کے ساتھ بھی جڑا ہوا ہے ۔ ہجرت تقلیب کا ایک ایسا عمل ہے جس میں فرد زندگی کو از سر نو جیتا ہے۔ معاشی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی سطح پر اس کا نیا جنم ہوتا ہے۔ اس کا رتبہ، کردار، حسب نسب، سیاسی حیثیت، نظریاتی وابستگی اور ریاست سے وفاداری تک کے تمام مراحل کا نئے سرے سے تعین ہوتا ہے۔ ہجرت کا یہ نہایت ہی تکلیف دہ پہلو ہے۔ بالخصوص ریاست سے وفاداری اور نظریاتی وابستگی کا سرٹیفکیٹ لینے کے لیے اور اپنی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے مہاجر کو کئی کٹھنائیوں سے گزرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات جان لیوا آزمائشوں اور عقوبتوں کو جھیل کر اپنی وفاداری ثابت کرنا پڑتی ہے۔ ناولوں میں ہجرت کے اس پہلو پر زیادہ کھل کر نہیں لکھا گیا ہے تاہم بعض ناول نگاروں نے اشاراتی اور نیم علامتی انداز میں مہاجر کے اس کرب کو بیان کیا ہے۔ یہ ایک ایسا کرب ہے جو مہاجر کے وجود پر سوالیہ نشان لگا دیتا ہے۔ بعض اوقات کسی تعصب اور گروہی مفاد سے مغلوب ہو کر ریاست مہاجر کو غداری کی

سولی پر مصلوب کر دیتی ہے۔(31) چوہوں کی کہانی، گوداوری، معتوب، آگ کا دریا، زمین اور نادار لوگ میں اس حوالے سے بہت اہم اشارے موجود ہیں۔ اس ضمن میں مزید ہولناکی اس وقت دیکھنے میں آئی جب 80 کی دہائی میں دہشت گردی کا مسئلہ سامنے آیا۔ افغان وار کے نتیجے میں پاکستان میں بہت سے افغان مہاجرین در آئے اوران کے آنے سے بہت سے مسائل پیدا ہوئے۔ انیس ناگی نے کیمپ میں اس صورت حال کو پیش کیا ہے۔ افغان مہاجرین کے آنے سے اور سیاسی گٹھ جوڑ کی مساوی فضا کے نتیجے میں ملک دیکھتے ہی دیکھتے شدید عصبیت ، دہشت گردی، نفادات، عدم رواداری، تشدد پسندی اور دہشت گردی کی لپیٹ میں آ گیا۔ کراچی براہ راست اس کی زد پر تھا کیونکہ یہاں پر خطیر تعداد میں مہاجر آباد تھے۔(32) کچھ ناول خاص طور پر اس مسئلے کے تناظر میں لکھے گئے ہیں جن میں آگے سمندر ہے، کراچی والے، کراچی اور معتوب قابل ذکر ہیں۔ ان ناولوں میں کراچی کے مہاجرین کو در پیش خطرات، ٹارگٹ کلنگ، دہشت گردی، لوٹ مار، اغوا برائے تاوان، خوف و ہراس، غیر یقینی صورت حال، بڑھتے ہوئے جرائم، لا قانونیت، مافیا گردی، بھتہ خوری، اداروں کی نا اہلی اور حکمرانوں کی چشم پوشی اور مفاد پرستی جیسے تمام مسائل کی عکاسی کی گئی ہے۔

اس ساری بحث کے نتیجے میں کہا جا سکتا ہے کہ تقسیم ہند کے نتیجے میں رونما ہونے والی ہجرت اردو ناول کا ایک بہت اہم اور غالب موضوع رہا ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد سے لے کر تا حال اس موضوع پر مسلسل لکھا گیا ہے، براہ راست اور بالواسطہ، جزوی اور کلی کسی نہ کسی زاویے سے ہجرت اور اس کے اثرات ناول کا ایک نمایاں موضوع رہے ہیں۔ ان ناولوں کو اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اس میں موضوعی اور فنی سطح پر بعض بہت کامیاب ناول بھی تخلیق ہوئے ہیں جو اردو ناول کی روایت میں ایک وقیع مقام بنا چکے ہیں۔ اردو کے اگر چند بڑے ناولوں کی فہرست مرتب کی جائے تو اس میں سے بیشتر وہ ہوں گے جو مذکورہ موضوع سے متعلق ہیں۔ ان میں آگ کا دریا، آنگن، اداس نسلیں، خدا کی بستی، بستی، چلتا مسافر، دستک نہ دو، کاغذی گھاٹ، نہ جنوں رہا نہ پری رہی اور گوداوری جیسے نمائندہ ناول شامل ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تاریخ کا کوئی بھی المناک سانحہ کئی دہائیوں تک ادیب کے ذہن کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ عصری تاریخ کے مسائل و حادثات کو ناول نگار ایک عمدہ تخلیقی تجربے میں ڈھالنے پر قادر ہے۔ اگر ناول نگار تخلیقی اپج کو بروئے کار لاتے ہوئے عصری ناہمواریوں کو موضوع سخن بنائے تو وہ تاریخ سے زیادہ معتبر چیز تخلیق کرتا ہے جس میں روح عصر اپنی کلیت اور اصلیت کے ساتھ سما جاتی ہے۔ زندگی کی سیاسی و سماجی اور نفسیاتی ناہمواریاں اور پیچیدگیاں ناول کا بنیادی مسالہ ہیں تاہم مصنف اگر ناتجربہ کار اور فکری بالیدگی سے بے بہرہ ہو تو وہ حقیقت کے ظاہر تک محدود رہتا ہے اور موضوع کو سطحی، کتابی اور بھدے روپ میں بیان کرتا ہے۔ ناول بہر حال ناول ہے اور سیاسیات و سماجیات کی

کتاب نہیں ہے، اس لیے ناول نگار کا پختہ تخلیقی شعور ہی معاصر حقائق کو وہ گہرائی، توازن اور اثر پذیری دے سکتا ہے جو اسے کامیاب ناول بناتی ہے۔ تقسیم اور ہجرت پر لکھے گئے ناولوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شعیب عتیق خان کہتے ہیں کہ تاریخ کے اس بڑے موضوع پر ٹالسٹائی کے جنگ اور امن جیسی کوئی چیز نہیں لکھی جا سکی اور ناول نگاروں کے مزاج کی مایوسی نے انھیں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ (34) وہ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اتنے بڑے انسانی المیے کو موضوع بنانے کے لیے جس گہرائی، وسعت نظری اور تخلیقی تجربے کی ضرورت تھی اسے بروئے کار نہیں لایا جاسکا اور مصنفین کی وابستگیاں، ذاتی تجربات اور تعصبات آڑے آگئے۔ یہ بات جزوی طور پر درست ہو سکتی ہے مگر مکمل طور پر اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستانی ناول نگاروں نے یہاں کی پون صدی کی سیاسی وسماجی تاریخ کے خمیر سے ناول کی بنیاد اٹھائی ہے مگر اسے تخلیقی عمل کی کٹھالی سے گزار کر پیش کیا ہے۔ بیشتر ناول نگاروں نے ہجرت جیسے گھمبیر انسانی المیے کو ایک بڑے تناظر میں اس کے زمانی و مکانی سیاق کے ساتھ گہرائی میں جا کر دیکھا ہے اور اس کی جڑیں تاریخ، سیاسیات، سماجیات، تہذیب اور نفسیات میں کھوجنے کی کوشش کی ہے۔ چند جزوی مثالوں کو چھوڑ کر اکثر ناول ایک پختہ تخلیقی تجربے کے مظہر ہیں اور زندگی کی پیچیدگی کو دردمندی اور بصیرت افروزی کے ساتھ انسانی عمل کا حصہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1. آغا محمد اشرف، مہاجرین کا مسئلہ (کراچی، پاکستان پبلی کیشنز، 1949) ابتدائیہ
2. شارب ردولوی، ڈاکٹر، جدید اردو تنقید (لاہور، پیس پبلی کیشنز 2019)
3. مینیجر پانڈے، ادبی سماجیات، مترجم: سرور الہدیٰ (دہلی، انجمن ترقی اردو ہند، س ن)
4. ضیاء الحسن، ڈاکٹر، عمرانیات، ادب اور ادبی تنقید (مطبوعہ: بازیافت، ص:49-148)
5. شاہد نواز، ڈاکٹر، پاکستانی اردو ناول میں عصری تاریخ (1947-2007)، (فیصل آباد، مثال پبلشرز، 2018) ص:368
6. مستنصر حسین تارڑ، راکھ، (لاہور، سنگ میل پبلشرز، 2012) ص:102
7. امراؤ طارق، معتوب (کراچی، دانیال، 1995،) ص:284
8. زاہدہ حنا، نہ جنوں رہا نہ پری رہی (لاہور، الحمد پبلی کیشنز،) ص:21
9. الطاف فاطمہ، چلتا مسافر (لاہور، فیروز سنز، س ن) ص:260
10. انتظار حسین، چاند گہن (لاہور، سنگ میل پبلشرز، 2002)، ص:102
11. عبد اللہ حسین، اداس نسلیں (لاہور، سنگ میل پبلشرز، 2010) ص:486
12. انتظار حسین، آگے سمندر ہے (لاہور سنگ میل پبلشرز، 2007،) ص:240
13. انتظار حسین، بستی (لاہور سنگ میل پبلشرز، 2011) ص:87
14. احمد شجاع پاشا، اک کشتی ملاح سے خالی (لاہور، سنگ میل پبلشرز، 1973،) ص:51-50
15. طارق محمود، اللہ میگھ دے (لاہور سنگ میل پبلشرز، 1995) ص:191
16. رضیہ فصیح احمد، صدیوں کی زنجیر (کراچی، مکتبہ اسلوب، 1988) ص، 634۔ نیز اس کے علاوہ ملاحظہ کیجیے راکھ از مستنصر حسین تارڑ، ص:156-152
17. عبد السلام، ڈاکٹر، اردو ناول منزل بہ منزل (کراچی، قمر کتاب گھر، س ن) ص:287
18. علی اکبر ناطق، نو لکھی کوٹھی (لاہور، سانجھ پبلی کیشنز، 2014) ص:386-383
19. انیس ناگی، قلعہ، مشمولہ: فصلیں (چار ناول) (لاہور، جمالیات، طبع سوم 2005) ص:30۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے راقم کا مقالہ برائے پی ایچ ڈی، عابدہ نسیم، اردو ناول اور مہاجرین کے مسائل، کراچی انجمن ترقی اردو، 2018، ص:248-241)
20. خالدہ حسین، کاغذی گھاٹ، ص:130-129
21. انتظار حسین، بستی، ص:133

22. الطاف فاطمہ، چلتا مسافر، ص:173
23. انتظار حسین، بستی، ص:235
24. انتظار حسین، آگے سمندر ہے، ص:207-206
25. ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اردو ناول کے چند اہم زاویے (کراچی، انجمن ترقی اردو، طبع دوم،2016)ص:47
26. محمد افضال بٹ، ڈاکٹر، اردو ناول میں سماجی شعور (اسلام آباد، پورب اکادمی،2009)ص:157
27. انتظار حسین، تذکرہ (لاہور، سنگ میل پبلشرز،2002)ص:13
28. قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا (لاہور، سنگ میل پبلشرز،1996)ص:532
29. ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اردو ناول (کراچی، انجمن ترقی اردو، طبع سوم،2016)ص:358-357
30. ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اردو ناول کے بدلتے تناظر (لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،2007)ص:174-173
31. انیس ناگی، چوہوں کی کہانی، مشمولہ: فصیلیں، ص:309-308
32. امراؤ طارق، معتوب، ص:416-415
33. شعیب عتیق خان، ڈاکٹر، اردو کے افسانوی ادب پر فسادات 1947 کے اثرات (ملتان، بیکس بکس،2014)ص:495